غرر کی اقسام اور ان کے معیشت پر اثرات: تجزیاتی مطالعہ

غلام حیدر*

شازیہ رمضان**

Abstract

Islamic teachings about economic matters are very comprehensive. Economy is the back bone of every society. Honesty and fairness are very important factors for economic development of a country. *Gharar* is an important economic issue. Under present circumstances it is found frequently in many financial contracts. Uncertainty (*Gharar*) creates differences among the businessmen. Holy Qur'an and Sunnah of Holy Prophet (SAWS) have told that there should be no ambiguity in business affairs. It is very important to know the kinds of *Gharar*. Religious status of *Gharar* and its effects are described in this article. Basic elements of *Bai'* are *Mubī'* and *Thaman*. Any type of Uncertainty in *Mubī'* and *Thaman* will be *Gharar*. Six kinds of *Gharar* are explained in this research paper. Scholars of Islamic jurisprudence have given different opinions about this issue. Islam is a practical religion that is why jurists have told some exceptional kinds of *Gharar* which are unavoidable. There is dire need to address this important issue.

Keywords: Holy *Qur'ān*, *Aḥādith*, *Gharar*, Economy, Jurists

تعارف:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے معاشی معاملات میں بھی راہنمائی فراہم کی ہے۔ تاریخ اقوام عالم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے عروج وزوال، خوش حالی وبد حالی، امن وجنگ اور کامیابی وناکامی کی اہم وجوہات میں معاشیات کے استحکام وعدم استحکام کا بہت بڑا دخل رہا ہے۔ اسلام نے یہ سنہری اصول دیا ہے کہ ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا جائے۔ چنانچہ ایسے تمام معاملات اسلام کی نگاہ میں ممنوع ہوں گے جن میں دھوکہ، فریب کے ذریعے تجارت کی جائے گی۔ اگر معیشت میں غیر یقینی کی کیفیت ہو گی تو معاشرہ افراتفری کا شکار ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے تجارتی لین دین میں غرر کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں کاروبار کی نئی نئی صورتیں سامنے آرہی ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ غرر کی حقیقت کو سمجھا جائے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

زیر نظر مقالے میں غرر کی مختلف صورتوں کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ نیز اس کی استثنائی صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ فقہاء اسلام کی لکھی ہوئی امہات الکتب کی روشنی میں موضوع کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کے نظریات کو اس مقالے میں بیان کیا گیا ہے۔ غرر کی مختلف صورتیں بیان کرتے وقت طوالت سے بچنے کے لیے صرف اتنی مثالیں بیان کی گئی ہیں جن سے بات واضح ہو سکے۔

غرر کی لغوی تعریف:

غرر عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں دھوکہ دینا، غلط امید دلانا۔

چنانچہ لسان العرب میں ہے:

غرر: غره يغره غرا وغرورا وغرة، الاخيرة عن اللحياني، فهو مغرور وغرير: خدعه واطمعه بالباطل، قال:

ان امرا غره منكن واحدة، بعدی وبعدك فی الدنيا، لمغرور[1]

القاموس المحیط میں ہے:

غرا وغروراً وغرة، بالكسر، فهو مغرور وغرير، كامير: خدعه، واطمعه بالباطل[2]

علامہ ابن اثیر (م:۶۰۶ھ) کہتے ہیں:

الغرر ماله ظاهر توثره وباطن تكرهه فظاهره يغر المشترى وباطنه مجهول[3]

"غرر وہ ہے جس کے ظاہر کو تو ترجیح دے اور اس کے باطن کو تو ناپسند کرے۔ پس اس کا ظاہر مشتری کو دھوکا دیتا ہے اور اس کا باطن مجہول ہوتا ہے۔"

غرر یہ ہے کہ کسی چیز کا ظاہر تو متاثر کرے اور اس کا باطن ناپسندیدہ ہو۔ پس اس کے ظاہر سے خریدار کو دھوکہ ہو کیونکہ اس کا باطن اسے معلوم نہیں۔

---

[1] افریقی، ابن منظور، **لسان العرب**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ، باب الغین)، ۱۰: ۴۱

[2] الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب، **القاموس المحیط**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۳۶ھ، مادہ: غ)، ۴۴۹

[3] ابن الاثیر، المبارک بن محمد، **جامع الاصول فی احادیث الرسول**، (دمشق: مکتبہ دارالبیان، ۱۳۸۹ھ)، ۱: ۵۲۷

اصطلاحی تعریف:

علامہ کاسانی (م:۵۸۷ھ) غرر کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

الغرر ھو الخطر الذی استویٰ فیہ طرف الوجود والعدم بمنزلتہ الشك[4]

"غرر خطر پر مبنی ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس میں وجود اور عدم دونوں جہتیں برابر ہوں، یعنی (بیع کے ہونے یا نہ ہونے میں) شک سا ہو۔"

علامہ دسوقی (م:۱۲۱۹ھ) کہتے ہیں:

الغرر التردد بین امرین احدھما علی الغرض والثانی علی خلافہ[5]

"غرر دو چیزوں کے درمیان تردد کا نام ہے، ایک چیز غرض کا حاصل ہونا اور دوسری اس کے برعکس۔"

علامہ ابن تیمیہ (م:۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

الغرر ھو المجھول العاقبة[6]

"غرر وہ معاملہ ہے جس کا انجام مجہول ہو۔"

علامہ ابن بطال (م:۴۴۴ھ) کے بقول:

الغرر ھو ما یجوز ان یوجد وان لا یوجد[7]

"غرر اس معاملے کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر ہونے یا نہ ہونے کے دونوں پہلوؤں کا امکان موجود ہو۔"

انگریزی زبان میں غرر کے لئے[8] (Uncertainty) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اسلام کے معاشی نظام میں غرر کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

Gharar literally means uncertainty, hazard, chance or risk. It is a negative element in mu'amalat fiqh (transactional Islamic jurisprudence), like riba (usury) and maysir (gambling). [9]

---

[4] الکاسانی، علاءالدین ابوبکر بن مسعود، **بدائع الصنائع**، (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی،۱۳۳۸ھ)،۵ :۱۶۳

[5] الدسوقی، شمس الدین الشیخ محمد عرفہ، **حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر**، (بیروت: دارالفکر، بدون تاریخ)،۳ :۵۵

[6] ابن تیمیہ، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، **القواعد النورانیۃ الفقھیۃ**، (القاھرۃ: مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ،۱۳۷۰ھ)،۱۱۶

[7] ابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالمالک، **شرح صحیح بخاری**، (ریاض: مکتبۃ الرشد،۱۴۲۰ھ)،۶ :۲۷۲

[8] الیاس انطون الیاس، **القاموس المدرسی** (انجلیزی، عربی)، (کراچی: دارالاشاعت،۱۳۹۶ھ)،۳۱۹

”غرر کا لغوی مفہوم غیر یقینی صورتحال، نقصان، تقدیر یا خطرہ ہے۔ غرر معاملات فقہ میں ایک منفی عنصر ہے۔ جیسا کہ سود، جوا وغیرہ۔“

غرر اور قرآن حکیم کی تعلیمات:

غرر کا لفظ ذکر کر کے قرآن مجید میں احکامات بیان نہیں کیے گئے لیکن حرام مال کھانے سے قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے۔ غرر کی تعریفات کو اگر مد نظر رکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کوئی بھی تجارتی معاملہ اگر غرر کے ساتھ ہو گا تو اس کا منطقی نتیجہ مال کے حرام طریقے سے کمانے کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ قرآن پاک میں رزق حلال کمانے پر زور دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ [10]

”اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ [11]

”اے ایمان والو: اہل کتاب کے بہت سے عالم اور درویش لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں۔“

دوسروں کا مال ناحق کھانے کے بارے میں کئی مفسرین نے ”غرر“ کا ذکر فرمایا ہے:

چنانچہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

یعنی ما لا یحل شرعا ولا یفید مقصودا، لان الشرع نهی عنه و منع منه وحرم تعاطیه کالربا والغرر ونحوهما[12]

”اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو شرعاً ناجائز اور مقصود کے لیے غیر مفید ہیں۔ کیونکہ شریعت نے ان سے روکا ہے اور اس کے معاملات کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسے سود اور غرر وغیرہ۔“

---

[9] https://en.wikipedia.org/wiki/Gharar,dated: 30-10-2018 at 2:20pm

[10] البقرۃ:۱۸۸

[11] التوبہ:۳۴

[12] ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ، **احکام القرآن**، (بیروت: دارالمعرفۃ، بدون تاریخ)، ۱: ۴۷

علامہ قرطبی (م:۶۶۸ھ) "اکل باطل" کی تفسیر میں مختلف ناجائز معاملات کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لانہ من باب بیع القمار والغرر والمخاطرة[13]

"کیونکہ ان میں قمار، غرر اور خطر کی خرابی پائی جاتی ہے۔"

غرر سے متعلق حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات:

غرر کی ممانعت کے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة، وعن بيع الغرر[14]

"حضرت ابو ھریرۃ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیع الحصاۃ اور بیع الغرر سے منع فرمایا۔"

حضرت ابن عباس سے روایت ہے:

نهى رسول الله ﷺ عن بيع الغرر۔[15]

"رسول اللہ ﷺ نے بیع الغرر سے منع فرمایا۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تشتروا السمك في الماء فانه غرر[16]

"پانی میں موجود مچھلی کی خرید و فروخت نہ کرو کیونکہ یہ غرر ہے۔"

غرر کا شرعی حکم:

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بیع الغرر ناجائز ہے۔ جبکہ علامہ ابن سیرین اور قاضی شریح کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے نزدیک بیع الغرر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عن ابن سيرين قال: لا اعلم في بيع الغرر باسا وذكر ابن المنذر عن ابن سيرين قال: لا باس في بيع العبد الابق اذا كان علمهما فيه واحد، وحكى مثله عن شريح[17]

---

[13] قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، **الجامع لاحکام القرآن**، (دمشق: مطبعۃ دار الکتب المصریہ، ۱۹۳۳ء)، ۵: ۱۵

[14] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، **کتاب البیوع**، (الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ)، حدیث: ۳۸۰۸

[15] ابن ماجہ، ابی عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، **کتاب التجارات**، (الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ)، حدیث: ۲۱۹۵

[16] بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ ابو بکر، **السنن الکبریٰ**، (مکۃ المکرمۃ: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ)، حدیث: ۱۰۶۴۱

[17] ابن بطال، **شرح صحیح بخاری**، ۲: ۲۷۲

ابن بطال کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان تک بیع الغرر سے ممانعت والی روایات نہ پہنچی ہوں، وہ لکھتے ہیں:

وقد یمکن ان یکون ابن سیرین ومن اجاز بیع الغرر لم یبلّغهم نهی النبی ﷺ عن ذالك ولا حجة لاحد خالف السنة[18]

"ممکن ہے کہ ابن سیرین اور وہ لوگ جو بیع الغرر کو جائز کہتے ہیں، ان تک ممانعت کی یہ روایات نہ پہنچی ہوں اور جس شخص کا قول سنت کے خلاف ہو، وہ معتبر نہیں ہو گا۔"

غرر کی مختلف صورتیں:

بیع کے بنیادی اجزاء دو ہوتے ہیں۔ مبیع اور ثمن۔ ایسی تمام صورتیں غرر میں داخل ہوں گی جن میں مبیع یا ثمن میں غیر غیر یقینی کی کیفیت پائی جائے۔ مولانا اعجاز احمد صمدانی کے نزدیک بیع میں غرر کی کل چھ صورتیں بنتی ہیں:

۱۔ مبیع کے وجود میں غیر یقینی کیفیت

۲۔ مبیع کی سپردگی میں غیر یقینی کیفیت

۳۔ مبیع کی ذات سے متعلق غیر یقینی کیفیت (یعنی مبیع میں جہالت)

۴۔ ثمن کی ذات سے متعلق غیر یقینی کیفیت (یعنی ثمن میں جہالت)

۵۔ ثمن کی ادائیگی میں غیر یقینی کیفیت (مدت میں جہالت)

۶۔ مبیع اور ثمن دونوں میں غیر یقینی کیفیت (عقد میں جہالت)[19]

مبیع کے وجود میں غیر یقینی کیفیت:

اگر ایک چیز کا انسان مالک نہ ہو تو اس کی بیع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

عن حکیم بن حزام قال: سالت رسول ﷺ فقلت: یاتینی الرجل یسالنی من البیع ما لیس عندی۔ ابتاع له من السوق ثم ابیعه؟ قال: لا تبع ما لیس عندك[20]

---

[18] ابن بطال، **شرح صحیح بخاری**، ۲: ۲۷۲

[19] صمدانی، اعجاز احمد، **اسلامی بنکاری اور غرر**، (کراچی: ادارہ اسلامیات، ۱۴۲۷ھ)، ۱۸

[20] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **جامع ترمذی**، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع مالیس عندہ، (الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ)، حدیث: ۱۲۳۲

"حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ میرے پاس ایک آدمی آکر یہ کہتا ہے کہ میں اسے وہ چیز بیچوں جو میرے پاس نہیں ہے (یعنی میری ملکیت میں نہیں) تو کیا میں ایسا کر سکتا ہوں کہ بازار سے کوئی چیز خرید کر پھر اسے بیچ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز تیرے پاس نہیں ہے اس کی بیع نہ کر۔"

مندرجہ بالا حدیث کی بنیاد پر غیر مملوک اشیاء کی خرید و فروخت میں غرر ہو گا اور یہ ناجائز ہو گی۔

علّامہ شیرازی (م:۴۷۶ھ) لکھتے ہیں:

ولا یجوز بیع مالا یملکه من غیر اذن مالکه لما روی حکیم بن حزام ان النبی ﷺ قال: لا تبع ما لیس عندك، ولان مالا یملکه لا یقدر علی تسلیمه فهو کالطیر فی الهواء او السمك فی الماء[21]

"غیر مملوک چیز کو مالک کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو تمھارے پاس نہیں ہے، اسے مت بیچو۔" اور اس لیے کہ جس چیز کا بائع مالک نہیں وہ اسے خریدار کے سپرد کرنے پر قادر نہیں۔ تو یہ صورت ہوا میں موجود پرندے اور پانی میں موجود مچھلی کی بیع کی طرح ہو گی۔"

علّامہ ابن قدامہ (م:۶۲۰ھ) عدم جواز کا حکم لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

ولا نعلم فی ذالك خلافاً[22]

"اس مسئلے میں کسی کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں۔"

بیع الوکیل[23]، بیع الفضولی[24] اور بیع سلم[25] بھی اگرچہ غیر مملوک کی بیوع ہیں لیکن فقہاء ان کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مبیع کے وجود میں غیر یقینی کیفیت کی دوسری صورت غیر مقبوض کی خرید و فروخت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

[21] شیرازی، ابو اسحاق، **المھذب**، (مصر: عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاؤہ، بدون تاریخ)، ۱: ۳۶۲

[22] ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد، **المغنی**، (الریاض: دار عالم الکتب، ۱۴۱۷ھ)، ۶: ۳۵۹

[23] اگر مالک کی طرف سے اجازت ہو اور بیچنے والا شخص اس کے وکیل ہونے کی حیثیت سے بیع کرے تو اسے بیع الوکیل کہتے ہیں۔ صمدانی، اعجاز احمد، **غرر کی صورتیں**، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۱۴۳۰ھ)، ۳۴۲

"بیع سلم ایک اسلامی معاہدہ ہے جس میں کسی مخصوص چیز (زیادہ تر زرعی پیداوار) کی مستقبل کی کسی تاریخ پر ترسیل سے پہلے رقم کی ادئیگی مکمل طور پر کی جاتی ہے۔"

من ابتاع طعاماً فلا یبعه حتیٰ یقبضه[26]

"جس شخص نے کھانے کی چیز خریدی تو وہ اس کو اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے۔"

امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک زمین کی بیع قبل القبض جائز ہے جبکہ امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے۔[27]

مبیع کے وجود میں غیر یقینی کیفیت کی تیسری صورت معدوم اشیاء کی خرید و فروخت ہے۔ آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معدوم اشیاء کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

علّامہ نووی (م:۶۷۶ھ) کہتے ہیں:

بیع المعدوم باطل بالاجماع[28]

معدوم کی بیع بالاجماع باطل ہے۔

مبیع کی سپردگی میں غیر یقینی کیفیت:

جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ بیع کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ فروخت کنندہ بیچی جانے والی چیز سپرد کرنے پر قادر ہو۔

---

[24] اگر کوئی کسی کی کوئی چیز اس کی طرف سے اجازت ملنے سے پہلے فروخت کر دے۔ لیکن عقد ہونے کے بعد اصل مالک اس کی اجازت دے تو یہ بیع نافذ ہو جائے گی۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں بیع الفضولی کہا جاتا ہے۔ صمدانی، غرر کی صورتیں، ۳۴۲

[25] Bai Salam is an Islamic contract in which full payment is made in advance for specific goods(often agricultural products)to be delivered at a future date. (https://en.wikipedia.org/wiki/Bai_Salam).Dated 26.6.2019 at12:40pm.

[26] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، **کتاب البیوع**، باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرۃ، (الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ)، حدیث:۲۱۳۳

[27] المرغینانی، ابو الحسن علی بن ابو بکر، **الھدایۃ مع فتح القدیر والعنایۃ**، (کراتشی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ۱۴۱۷ھ)، ۶: ۱۳۵-۱۳۷

[28] نووی، ابو زکریا یحیٰ بن شرف، **الجموع شرح المھذب**، (بیروت: دار الفکر، بیروت، بدون تاریخ)، ۹: ۳۵۸

علّامہ مرغینانی (م:۵۹۳ھ) کہتے ہیں:

(ولا بیع الطیر فی الھواء)لانہ غیر مملوك قبل الاخذ وکذا لو ارسلہ من یدہ لانہ غیر مقدور التسلیم[29]

"(اور ہوا میں موجود پرندے کی بیع جائز نہیں) کیونکہ بیچنے والا پکڑنے سے پہلے اس کا مالک نہیں، اور اگر وہ مالک ہے لیکن اسے ہوا میں اڑا دیا تو بھی اس کی بیع جائز نہیں، کیونکہ اب بیچنے والا اسے سپرد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔"

ڈاکٹر واہبہ الزحیلی (م:۲۰۱۵ء) لکھتے ہیں:

ان المذاھب الاربعة متفقة علی بطلان بیع مالا یقدر علیٰ تسلیمه[30]

"چاروں مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ غیر مقدور التسلیم کی بیع جائز نہیں۔"

علّامہ نووی (م:۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وشروط المبیع خمسة ان یکون طاھرًا منتفعًا به معلومًا مقدورًا علیٰ تسلیمه مملوكًا لمن یقع العقد له[31]

"مبیع کے اندر پانچ شرطوں کا ہونا ضروری ہے، وہ چیز پاک ہو، اس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہو، معلوم ہو، بیچنے والے شخص کی ملکیت میں ہو اور وہ اسے سپرد کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔"

مبیع کی ذات سے متعلق غیر یقینی کیفیت (یعنی مبیع میں جہالت):

غرر کی اس صورت میں یہ متعین نہیں ہوتا کہ کونسی چیز بیچی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر شوروم میں بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوں اور بائع خریدار سے یہ کہے کہ میں نے ایک گاڑی بیس لاکھ روپے میں آپ کو بیچ دی۔

---

[29] المرغینانی، **الھدایۃ مع فتح القدیر والعنایۃ**، (کراتشی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ۱۴۱۷ھ)، ۶: ۵۰

[30] الزحیلی، وہبہ، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ)، ۴: ۴۳۱

[31] نووی، **المجموع شرح المھذب**، ۹: ۱۴۹

اس طرح مجہول الذات چیز کو فروخت کرنا جھگڑے اور فساد کا باعث بنتا ہے۔ شوافع، حنابلہ اور ظاہریہ کے نزدیک غیر متعین چیز کی بیع مطلقاً ناجائز ہے۔ علّامہ شیرازی کہتے ہیں:

ولا يجوز بيع عين مجهولة كبيع عبد من عبيد او ثوب من اثواب لان ذالك غرر من غير حاجة[32]

"مجہول الذات چیز کی بیع جائز نہیں، جیسے کئی غلاموں میں سے ایک غلام کی بیع کرنا یا کئی کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع کرنا۔ کیونکہ اس میں ایسا غرر پایا جاتا ہے جس کی کوئی حاجت نہیں۔"

علّامہ ابن حزم (م:۴۰۵ھ) کہتے ہیں:

ولا يحل بيع شى غير معين من جملة مجتمعة لا بعدد ولا بوزن ولا بكيل[33]

"کسی مجموعہ میں سے کسی غیر معین چیز کی بیع کرنا جائز نہیں، نہ عدد کے اعتبار سے، نہ وزن کے اعتبار سے اور نہ کیل کے اعتبار سے۔"

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر تین سے زائد اشیاء موجود ہوں اور پھر ان میں سے کسی ایک غیر متعین چیز کی بیع کی جائے تو یہ بیع مطلقاً ناجائز ہے، خواہ خریدار کو مبیع کی تعیین کا حق حاصل ہو یا نہ ہو۔ البتہ اگر بیچی جانے والی اشیاء دو یا تین ہوں اور پھر ان میں سے کسی ایک کو غیر متعین طور پر بیچا جائے تو اگر خریدار کو متعین قیمت کے بدلے مطلوبہ چیز متعین کرنے کا اختیار حاصل ہو تو یہ صورت جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خریدار کو ان میں سے کسی ایک چیز کے متعین کرنے کا اختیار نہ ہو، یہ صورت ناجائز ہے۔[34]

م الکیہ کا مؤقف زیادہ قابل عمل ہے۔ ان کے نزدیک مجہول الذات یعنی غیر متعین چیز کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔ البتہ اگر خریدار کو مبیع متعین کرنے کا حق دے دیا جائے تو پھر ان کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز ہو جاتی ہے۔ گویا حنفیہ اور مالکیہ کے مذہب میں یہ فرق ہے کہ حنفیہ کے ہاں خریدار کو "خیار تعیین" ملنے کی صورت میں صرف تین اشیاء کی حد تک جواز محدود رہتا ہے۔ جبکہ مالکیہ کے ہاں اس سے زیادہ اشیاء کی صورت میں بھی بیع جائز ہے۔[35]

---

[32] شیرازی، **المھذب**، ۱: ۲۶۳

[33] ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، **المحلّٰی**، (مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۵۰ھ)، ۸: ۴۲۹

[34] المرغینانی، **الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی**، ۵: ۴۷

[35] الحطاب، ابی عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن، **مواھب الجلیل**، (بیروت: دار الفکر، ۱۳۹۸ھ)، ۴: ۴۲۳

ثمن کی ذات سے متعلق غیر یقینی کیفیت (یعنی ثمن میں جہالت):

ثمن سے مراد کسی چیز کی وہ قیمت ہے جس پر عقد کرنے والے دونوں فریق راضی ہو جائیں۔ آئمہ اربعہ کے نزدیک بیع کے اندر ثمن کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اگر ثمن کے اندر جہالت پائی جا رہی ہو تو وہ عقد جائز نہیں ہو گا۔

علّامہ تمر تاشی (م:۱۰۰۴ھ) کہتے ہیں:

وشرط صحته معرفة قدر ووصف ثمن[36]

"بیع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ثمن کی مقدار اور وصف معلوم ہو۔"

علامہ حطاب (م:۹۵۴ھ) کہتے ہیں:

ان من شرط صحة البيع ان يكون معلوم العوضين فان جهل الثمن اوالمثمون لم يصح البيع[37]

"بیع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دونوں عوض معلوم ہوں۔ لہٰذا اگر ثمن یا مبیع میں سے کوئی ایک مجہول ہو تو وہ بیع صحیح نہیں ہو گی۔"

ثمن کی ادائیگی میں غیر یقینی کیفیت (مدت میں جہالت):

فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ بیع کے اندر ادائیگی کی مدت کا متعین ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى فَٱكۡتُبُوهُ[38]

"مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔"

اللہ رب العزت کا مندرجہ بالا ارشاد یہ واضح کرتا ہے کہ جب ادھار کا معاملہ کیا جائے تو اس کی مدت متعین ہونا ضروری ہے، غیر متعین مدت کے لیے ادھار لینا دینا درست نہیں۔ بیع سلم کرنے والوں کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من اسلف فی شئ ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم[39]

---

[36] تمر تاشی، تنویر الابصار مع الدر المختار للحصکفی ورد المحتار للشامی، (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، بدون تاریخ)، ۴: ۵۲۹

[37] الحطاب، **مواھب الجلیل**، ۴: ۲۷۶

[38] البقرۃ: ۲۸۲

"جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ متعین پیمانے، متعین وزن اور متعین مدّت کے ساتھ بیع سلم کرے۔"

مدت میں جہالت کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ جہالت یسیرہ اور جہالت فاحشہ۔ جہالت یسیرہ اس صورت میں ہوتی ہے جب ادائیگی کی مدت میں کمی بیشی ہو سکتی ہو، جیسے فصل کی کٹائی۔ اگر ایک شخص کہے کہ میں گندم کی کٹائی کے بعد قیمت ادا کروں گا تو یہ جہالت یسیرہ ہے۔ اور اگر ادائیگی کی مدت میں ایک ایسے واقعہ کو بنیاد بنایا جائے جس کا ہونا یقینی نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں قیمت اس وقت ادا کروں گا جب بارش برسے گی تو یہ جہالت فاحشہ ہے۔

علّامہ ابن ہمام (م:۸۶۱ھ) نے فتح القدیر میں لکھا ہے:

ان الیسیرۃ ما کانت فی التقدم والتاخر والفاحشۃ ما کانت فی الوجود کھبوب الریح[40]

حنفیہ، شافعیہ اور ظاہریہ کا نظریہ یہ ہے کہ ادائیگی کی مدت میں جہالت چاہے فاحشہ ہو یا یسیرہ، اس سے عقد فاسد ہو جاتا ہے۔

محمد بن الحسن الشیبانی (م:۱۸۹ھ) کہتے ہیں:

واذاشتری الرجل شیئا الی الحصاد او الی الدیاس او الی جذاذ النخل او الی رجوع الحاج فھذا کلہ باطل، بلغنا ذالک عن عبداللہ بن عباس[41]

"اگر کسی شخص نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ وہ اس کی ادائیگی فصل کی کٹائی یا گہائی یا کھجوروں کے پکنے یا حجاج کرام کے واپس آنے کے زمانے میں کر دے گا تو یہ تمام معاملات ناجائز ہیں، یہ بات ہمیں عبد اللہ بن عباسؓ سے پہنچی ہے۔"

امام شافعی (م:۲۰۴ھ) کہتے ہیں:

ولو باع رجل عبداً بمائۃ دینار الی العطاء او الی الجذاذ او الی الحصاد کان فاسداً[42]

---

[39] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، **کتاب السلم**، باب السلم فی کیل معلوم، (الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ)، حدیث: ۲۲۴۰

[40] ابن ہمام، محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود، **فتح القدیر**، (کراچی: مکتبہ رشیدیہ، بدون تاریخ)، ۶: ۸۷۳

[41] الشیبانی، محمد بن حسن، **المبسوط**، (کراتشی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، بدون تاریخ)، ۵: ۱۱۷

[42] الشافعی، محمد بن ادریس، **کتاب الام**، (بیروت: دار قتیبۃ، ۱۴۱۶ھ)، ۶: ۲۹۶

"اگر ایک شخص نے کسی کو سو دینار کے بدلے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ وہ اس کی ادائیگی عطا ملنے پر یا فصل کی کٹائی یا اس کے پکنے پر کرے گا تو یہ بیع فاسد ہو گی۔"

مالکیہ کے نزدیک جہالت فاحشہ تو مفسد عقد ہے لیکن جہالت یسیرۃ سے عقد فاسد نہیں ہوتا۔ علّامہ حطاب لکھتے ہیں:

لا باس بالبیع الی الحصاد والجذاذ والعصیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لانّہ اجل معلوم[43]

"فصل کی کٹائی، گہائی یا کھجوروں کے پکنے جیسے زمانے کے ساتھ ادائیگی کو مشروط کرنے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔۔۔کیونکہ یہ مدت معلوم ہے۔"

حنابلہ کے ہاں زیادہ راجح بات یہ ہے کہ جہالت یسیرہ کے ساتھ بیع جائز ہے۔ علّامہ مرداوی جواز کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: قلت: وھو الصواب (میں کہتا ہوں کہ یہی درست رائے ہے)[44]

مبیع اور ثمن دونوں میں غیر یقینی کیفیت (عقد میں جہالت):

عقد میں جہالت کے اعتبار سے غرر کا مطلب یہ ہے کہ عقد اس طرح انجام دیا جائے کہ اس کی ذات میں غرر کی خرابی موجود ہو۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں تمھیں اپنی گاڑی نقد میں دس لاکھ روپے اور ادھار میں تیرہ لاکھ روپے کی فروخت کرتا ہوں اور کسی ایک قیمت پر اتفاق ہوئے بغیر مجلس عقد ختم ہو جائے تو یہ جہالت نفس عقد کے اندر ہے۔

عقد میں جہالت کی مختلف صورتیں ہیں:

ا۔ ایک عقد میں بیع کے دو الگ الگ معاملے کرنا:

یہ شرعاً ناجائز ہے۔ حضرت ابو ھریرۃ سے مروی ہے:

نھی رسول اللہﷺ عن بیعتین فی بیعۃ[45]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کے اندر بیع کے دو الگ الگ معاملے کرنے سے منع فرمایا۔"

---

[43] الحطاب، **مواھب الجلیل**، ۴: ۵۲۹

[44] المرداوی، علاءالدین ابو الحسن علی بن سلمان، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۰ھ)، ۴: ۳۷۳

[45] نسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، **کتاب البیوع**، (الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ)، حدیث: ۴۶۳۶

جمہور فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ اگر ایک مجلس میں ایک چیز کی نقد قیمت اور ادھار قیمت کا تذکرہ ہو اور مجلس برخاست ہو جائے۔اب اگر خریدار کو یہ اختیار رہے کہ چاہے تو وہ نقد رقم دے اور چاہے تو ادھار کی صورت میں زیادہ رقم دے تو یہ بیعتان فی بیعۃ ہے اور ناجائز ہے۔

وقد روی فی تفسیر بیعتین فی بیعة وجه آخر،وهو ان یقول:بعتك هذا العبد بعشرة نقدًا او بخمسة عشر نسیئة۔۔۔۔۔۔هكذا فسّره مالك والثوری واسحاق وهو ایضًا باطل وهو قول الجمهور[46]

"بیعتین فی بیعۃ" کی ایک اور تفسیر بھی منقول ہے،وہ یہ کہ کوئی شخص دوسرے سے یہ کہے کہ میں تجھے یہ غلام نقد میں دس روپے میں اور ادھار پر پندرہ روپے میں فروخت کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔امام مالک،ثوری اور اسحاق نے یہی تفسیر کی ہے اور یہ باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔"

۲۔صفقتان فی صفقۃ:

عقد میں جہالت کی ایک صورت صفقتان فی صفقۃ ہے۔یعنی ایک عقد میں کوئی سے دو معاملات کرنا۔اس کا عدم جواز بھی احادیث سے ثابت ہے۔چنانچہ ایک روایت میں ہے،حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں:

الصفقتان فی صفقة ربا[47]

"ایک عقد کے اندر دو معاملات کرنا ربا ہے۔"

بیعتان فی بیعۃ کے اندر ایک عقد کے اندر بیع ہی کے دو معاملے جمع ہوتے ہیں،جبکہ صفقتان فی صفقۃ کے اندر صرف دو معاملات کا پایا جانا کافی ہے خواہ وہ دونوں معاملے بیع کے ہوں یا دونوں نہ ہوں یا ایک بیع کا ہو اور دوسرا بیع کا نہ ہو۔لہٰذا اگر اجارہ اور عاریت یا بیع اور اجارہ ایک عقد میں جمع ہو جائیں تو اس معاملے کو صفقتان فی صفقۃ تو کہا جائے گا لیکن بیعتان فی بیعۃ کہنا درست نہ ہو گا۔[48]

صفقتان فی صفقۃ کے عدم جواز کے لیے ضروری ہے کہ ایک عقد دوسرے سے مشروط ہو۔

---

[46] شوکانی، محمد بن محمد، **نیل الاوطار**،(مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ،۱۳۴۷ھ)،۵: ۱۲۹

[47] الھیثمی،حافظ نورالدین علی بن ابی بکر،موارد الظمآن،**باب اسباغ الوضوء**،(بیروت: دارالکتب العلمیۃ،بدون تاریخ)،حدیث:۱۶۳

[48] صمدانی،**غرر کی صورتیں**،۸۵

علّامہ سرخسی لکھتے ہیں:

واذا اشتراه علی ان یقرض له قرضا او یهب له هبة او یتصدق علیه بصدقة او علیٰ ان یبیعه بکذا وکذا من الثمن فالبیع فی جمیع ذالك فاسد[49]

"اور جب وہ اس شرط پر خریدے کہ اس کے لیے اتنا قرض ہو گا یا ہبہ ہو گا یا صدقہ ہو گا یا (فریق ثانی) اسے فلاں فلاں چیز اتنے داموں میں بیچے تو پس ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو گی۔"

بیع غرر کی مروجہ صورتیں:

فیصل آباد کی سوتر منڈی میں جو سامان بیچا جارہا ہوتا ہے اس کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ یہ غرر کی بدترین شکل ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور اس شرط پر بیوپاریوں کو دیے جاتے ہیں کہ وہ بیچ کر مالکوں کو پیسے دیں گے جبکہ جانوروں کی قیمتیں پہلے طے کر لی جاتی ہیں اور ثمن کی ادائیگی کی مدت کا تعین نہیں کیا جاتا۔ اس میں بھی غرر ہے کیونکہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر بیوپاری جانور بیچ کر جھوٹ بولتے ہیں کہ انھیں نقصان ہوا ہے اور مالک کو طے شدہ قیمت دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح جھگڑوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد الوصیبی غرر کی مروجہ شکلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(1) In contemporary financial transaction, the two areas where Gharar most profoundly affects common practice are insurance and financial derivatives. Jurists often argue against the financial insurance contract, where premium is paid regularly to the insurance company, and the insured receives compensation for any insured losses in the event of a loss. In this case, the jurists argue that the insured may collect a large sum of money after paying only one monthly premium. On the other hand, the insured may also make many monthly payments without ever collecting any money from the insurance company. Since "insurance" itself cannot be considered an object of sale, this contract is rendered invalid because of the forbidden Gharar.

(2) The other set of relevant contracts which are rendered invalid because of Gharar are forwards, futures, options and other derivative

[49] سرخسی، شمس الدین، المبسوط، (بیروت: دارالمعرفۃ، ۱۴۱۴ھ)، ۱۳: ۱۶

securities. Forwards and futures involve Gharar since the object of the sale may not exist at the time the trade is to be executed.[50]

(۱) آجکل کے مالی لین دین میں وہ دو معاملات جن پر غرر اثر انداز ہوتا ہے، وہ بیمہ اور اخذ شدہ مالی فوائد ہیں۔ماہرین عام طور پر بیمہ کے مالی معاہدوں پر اعتراض کرتے ہیں جہاں انشورنس یا بیمہ کمپنی کو باقاعدگی سے رقم ادا کی جاتی ہے جبکہ بیمہ کروانے والا نقصان کی صورت میں مداوا حاصل کرتا ہے۔ماہرین قانون سمجھتے ہیں کہ اس طرح بیمہ کروانے والا کم رقم ادا کر کے بہت زیادہ منافع حاصل کر سکتا ہے۔دوسری طرف بیمہ کروانے والا بیمہ کمپنی سے کسی بھی قسم کی رقم لیے بغیر کئی ماہانہ ادائیگیاں کر سکتا ہے۔چونکہ بیمہ کو بزات خود فروخت کی جانے والی چیز کے طور پر نہیں لیا جا سکتا اس لیے بیمہ کا معاہدہ ممنوعہ غرر کی وجہ سے ناقابل قبول قرار دیا جاتا ہے۔

(۲) ایسے تمام معاہدے جو وقت سے پہلے یا آنے والے وقت کے وعدوں پر مشتمل ہوں یا جن میں ایک سے زیادہ حق انتخاب یا ضمانتیں ہوں، غرر کی وجہ سے ممنوع قرار پاتے ہیں۔وقت سے پہلے یا مستقبل کے وعدہ کی بنیاد پر کیے جانے والے معاہدے غرر کی مد میں آتے ہیں کیونکہ فروخت کی جانے والی چیز کا معاہدہ پورا ہونے تک وجود میں رہنا ضروری نہیں۔

غرر کی استثنائی صورتیں:

علّامہ نووی لکھتے ہیں: کہ غرر کی بعض صورتیں ضرورت کی بنا پر مستثنیٰ ہیں۔مثلاً کسی حاملہ جانور کو فروخت کیا جائے یا کسی دودھ دینے والے جانور کو فروخت کیا جائے تو چونکہ پیٹ کا حال اور تھنوں میں دودھ کی مقدار کا جاننا عادت اور عام ذرائع سے ممکن نہیں ہے، اس لیے اس قدر جہالت اور غرر کے ساتھ بیع صحیح ہے۔اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غرر حقیر کے ساتھ بیع جائز ہے، مثلاً لحاف کی بیع جائز ہے حالانکہ اس میں روئی کی مقدار مجہول ہے یا جس کوٹ یا چسٹر میں کچھ بھرائی ہو اور بھرائی کی مقدار مجہول ہو، اسی طرح ایک ماہ کے لیے مکان یا کسی چیز کو کرائے پر دینا جائز ہے حالانکہ مہینہ کبھی انیتس کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ اجرت دے کر حمام میں غسل کرنا جائز ہے، حالانکہ پانی استعمال کرنے میں لوگوں کی عادات مختلف ہیں۔[51]

---

[50] staff.uob.edu.bh./files/62092231-files/prohibition-of-Gharar.pdf dated 30-10-2018 at 2:30 pm

[51] نووی، یحییٰ بن شرف، **شرح صحیح مسلم**، (کراچی: مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، ۱۳۷۵ھ)، ۲:۲

ابن رشد (م:۵۹۵ھ) کہتے ہیں:

الفقهاء متفقون على ان الغرر الكثير فى المبيعات لا يجوز، وان القليل يجوز[52]

"فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مبیعات میں غرر کثیر جائز نہیں جبکہ قلیل جائز ہے۔"

الباجی (م:۴۷۴ھ) کہتے ہیں:۔

انما جوز الجعل فى العمل المجهول والغرر للضرورة[53]

"بیشک عمل مجہول میں انعام دینا اور ضرورت کی وجہ سے غرر جائز کیا گیا ہے۔"

مالکی فقہاء کے نزدیک غرر صرف مالی معاملات میں مؤثر ہوتا ہے اور تبرعات کے عقود میں غیر مؤثر ہوتا ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک مالی معاملات کے ساتھ ساتھ تبرعات میں بھی غرر مؤثر ہوتا ہے۔ وہ وصیت کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

وقد اشترط هذا الشرط (ان يكون الغرر فى عقد من عقود المعاوضات المالية) المالكية فقط، حيث يرون ان الغرر المؤثر هو ما كان فى عقود المعاوضات، واما عقود التبرعات فلا يؤثر فيها الغرر[54]

جمہور کی رائے یوں بیان کی گئی ہے:

ويرى جمهور الفقهاء ان الغرر يؤثر فى التبرعات كما يؤثر فى المعاوضات من حيث الجملة، لكنهم يستثنون الوصية من ذالك[55]

نتیجہ بحث:

غرر کی مختلف صورتوں کا جائزہ لینے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ اسلامی شریعت تجارتی معاملات میں غرر کو ناجائز قرار دیتی ہے۔

---

52 ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد بن احمد الاندلسی، **بدایۃ المجتھد**، (مصر: مطبعۃ محمد علی صبیح، بدون تاریخ)، ۲: ۱۶۸

53 الباجی، سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب، **المنتقی شرح المؤطا**، (مصر: مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۳۲ھ)، ۵: ۱۱۰

54 الموسوعۃ الفقھیۃ، **الجزء الحادی والثلاثون**، (الکویت: مطابع دار الصفوۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۴ھ)، ۱۵۴

55 ایضاً

۲۔ غرر کی کل چھ شکلیں ہیں اور یہ سب مبیع یا ثمن کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔

۳۔ عصر حاضر میں یہ ضروری ہے کہ کاروباری معاملات میں مالکی فقہاء کی آراء کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے کیونکہ دیگر آئمہ کے مقابلے میں امام مالک اور ان کے اصحاب کی آراء زیادہ قابل عمل دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً مالکیہ اور احناف کے نزدیک مجہول الذات یعنی غیر متعین چیز کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔ البتہ اگر خریدار کو مبیع متعین کرنے کا حق دے دیا جائے تو پھر مالکیہ کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز ہو جاتی ہے۔ حنفیہ کے ہاں خریدار کو "خیار تعیین" ملنے کی صورت میں صرف تین اشیاء کی حد تک جواز محدود رہتا ہے۔ جبکہ مالکیہ کے ہاں اس سے زیادہ اشیاء کی صورت میں بھی بیع جائز ہے۔ شوافع، حنابلہ اور ظاہریہ کے نزدیک غیر متعین چیز کی بیع مطلقاً ناجائز ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اصول بیان فرمایا ہے:

لاَ يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا[56]

"اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں فقہاء اسلام نے غرر کی کچھ استثنائی صورتیں بیان کی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام دین یسر ہے۔

۵۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی معاشی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے تا کہ وہ غرر اور اس جیسے دیگر تجارتی مسائل سے اپنے آپ کو شعوری طور پر بچا سکیں۔

---

[56] البقرۃ:۲۸۶